گھریلو تشدد کا تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Prevention of domestic violence in the light of Islam

زرتاش اختر[2] ڈاکٹر فرزانہ اقبال[1]

ABSTRACT:

For the development and stability of the society, Islam considers it necessary for the domestic life of the people to be peaceful, orderly and free from violence. Domestic violence is different from any outside violence. There are so many religions and civilizations on earth among them, Islam is the only religion that promotes Muslims in a non-violent family system and strongly opposed to domestic violence. Today, every Muslim man and woman has this duty that they should follow the instructions of our beloved Prophet to improve their family life So that a prosperous society comes into being.

Key Words: stability, Domestic violence, family system, prosperous society.

گھر ایک معاشرتی ادارہ ہے۔ جس میں شوہر اور بیوی دونوں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے شوہر کو بیوی سے بڑا رتبہ عطا فرمایا جس کے پیچھے حکمت موجود ہے کہ قدرتی اعتبار سے مرد، عورت سے زیادہ طاقتور ہے مگر رتبہ دیا گیا تو ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے کا بھی کہا۔ بے شک قرآن و حدیث میں شوہر کے بیوی پر بہت حقوق ہیں اور نافرمان بیوی کے لیے وعیدیں بھی ہیں۔ چنانچہ مسلمان عورت کو زیادتی پر صبر و برداشت کرنے پر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بی بی جیسے اجر و ثواب کی خوشخبری دی گئی۔ مگر تاریخ اسلام کو دیکھیں تو انبیاء و صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ کی حیات سے ہمیں معمولی باتوں پر سزائیں نظر نہیں آتیں، کہیں مارپیٹ ثابت نہیں ہوتی۔ ان کی زندگیوں سے تحمل و برداشت کا درس ملتا ہے۔ جبکہ دورِ حاضر میں گھریلو تشدد کے واقعات آئے دن سننے کو ملتے ہیں۔ اور حوا کی بیٹی ظلم و تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔

تشدد کے لفظی معنی:

فیروز اللغات میں تشدد کا معنی سختی، زیادتی، جبر ہے[1]۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق تشدد کا مطلب سختی، زیادتی، جبر، تعدی ہے[2]

سختی، شدت، زیادتی، جبر کرنا، زیادتی کرنا[3]

تشدد کی تعریف:

تشدد کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ کسی بھی جاندار کو اذیت دینے کی غرض سے اس کے جسم پر طاقت کے اطلاق کو جسمانی تشدد اور انسان کی سوچ کو تبدیل کرنے کی غرض سے اس کے دماغ پر سائنس اور تکنیک کے جبری اطلاق کے عمل کو نفسیاتی تشدد کہا جاسکتا ہے۔ تشدد خواہ جسمانی ہو یا نفسیاتی، اس کے نتائج ہمیشہ تشدد کی صورت میں تشکیل پائی معنویت کی شکل میں نکلتے ہیں۔ لہذا دونوں ہی صورتوں میں تشدد بامعنی ہوتا ہے۔

[1] Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt: Sadiq College Women University, Bahawalour. Email: farzana.iqbal@gscwu.edu.pk

[2] Scholar Islamic Studies Department, Govt: Sadiq College Women University, Bahawalour.

اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ متشدد طبقات تشدد سے پہلے ہمیشہ ہی تشدد کی معنویت کا کوئی واضح مفہوم اپنے ذہن میں رکھتے ہیں یا ان کے ذہن میں یہ خیال موجود ہوتا ہے کہ وہ تشدد کے نتیجے میں کسی خاص قسم کی آئیڈیالوجی کا احیا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جس انسان پر تشدد مسلط کیا جاتا ہے اس انسان پر تشدد کے معنوی اثرات مرتب نہ ہوتے ہوں۔ فلسفیانہ حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ موضوع اور معروض کا تضاد اور موضوع کے ذریعے معروض کی حقیقت کا انکار یا اس معروض کی تخفیف کے عمل میں متشدد پہلو موجود ہوتے ہیں۔[4]

تشدد اور قرآن:

افسوس کہ حوا کی بیٹی آج کے جدید دور میں بھی مردوں کے ہاتھوں ظلم کا شکار ہے۔ جسمانی برتری کا استعمال صنف نازک پر آزادانہ کیا جاتا ہے اور اپنی برتری کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث کے حوالے دیئے جاتے ہیں، اس پہلو سے قطع نظر کہ ہاتھ اٹھانے کی اجازت کس صورت اور تناظر میں دی گئی۔ اس ضمن میں سورۂ نساء کی آیت نمبر 34 کا ذکر ضروری ہے جس میں شوہر کو بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس سے قبل اور بھی احکام بیان کیے گئے ہیں جن پر خاص توجہ نہیں دی جاتی۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا[5]

ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں (ان سے اپنا بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بے شک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

تشدد کا مفہوم احادیث کے روشنی میں

مختلف احادیث مبارکہ کی روشنی میں عورتوں پر تشدد کا مفہوم یوں بنتا ہے:

تشدد اس وقت کہلائے گا جب اس کو جانوروں کی طرح مارا پیٹا جائے۔ کسی ڈنڈے سے اس قدر مارا کہ اسکے جسم پر زخموں کے نشان پڑ جائیں یا واضح ظاہر ہوں۔ کسی سخت شے سے مارا جائے کہ اسکی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ بری طرح مار کٹائی سے اسکو بے ہوشی کی سطح پر پہنچا دیا۔ کسی تیز و تند آلے سے اعضاء کاٹ دیئے جائیں۔ صحت مند عورت کو معذور بنا دیا جائے۔ مار مار کر لہولہان کر دیا جائے۔

اصلاح و تربیت و تعلیم کی غرض سے ہاتھ اٹھانا یا نرم قسم کی سوٹی کا استعمال تشدد نہیں کہلاتا۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں اخلاقیات سمجھانے، آداب بتانے، اصلاح کرنے اور مہذب بنانے کی غرض سے عورت پر ہاتھ اٹھانے کو تشدد نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ بہت سے صحابہ کرام نے اپنی بیویوں کو اخلاقی و دینی تعلیم کی غرض سے مارا مگر انکو زخمی نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اسی طرح کی تادیبی کاروائی کو روکنے کی غرض سے مردوں پر بھی وہی سزا کا اطلاق کرنا چاہا جو انہوں نے عورتوں کے ساتھ روا رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء میں الرجال قوامون علی النساء کا

حکم نافذ کر کے مردوں سے بدلہ لینے یا قصاص لینے پر پابندی لگادی اور تاقیامت اس فضول بحث کو جو آج کے دور میں مسلم معاشرے خاص کر پاکستان میں زور پکڑتی جارہی ہے ختم کر دیا تھا۔ اس شرعی حکم سے گھریلو زندگی کو مزید خراب ہونے سے روک دیا۔[6]

لَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ، لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ[7]

ترجمہ: سنو! عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ اس لیے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ تم اس) ہمبستری اور اپنی عصمت اور اپنے مال کی امانت وغیرہ (کے علاوہ اور کچھ اختیار نہیں رکھتے) اور جب وہ اپنا فرض ادا کرتی ہوں تو پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کا جواز کیا ہے (ہاں اگر وہ کسی کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کریں) تو پھر تمہیں انہیں سزا دینے کا ہے (پس اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں سے علاحدہ چھوڑ دو اور انہیں مارو لیکن اذیت ناک مار نہ ہو، اس کے بعد اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو پھر انہیں سزا دینے کا کوئی اور بہانہ نہ تلاش کرو، سنو! جس طرح تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اسی طرح تم پر تمہاری بیویوں کا بھی حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری بیویوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ایسے لوگوں کو نہ روندنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، اور تمہارے گھر میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔ سنو! اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کے لباس اور پہنے میں اچھا سلوک کرو۔

أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو[8]

لا يجلد احدكم امراته جلد العبد ثم يجامعها في آخر اليوم[9]

ترجمہ: تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو یوں نہ مارے جیسے اپنے غلام کو مارتے ہو، پھر دن کے آخر میں اس سے جماع بھی کرے۔

اور ایک حدیث کے مطابق کسی کو بھی یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی، یا ملازم یا بال بچوں کو منہ پر مارے۔ اور تیسری پابندی یہ ہے کہ ایسی مار نہ مارے جس سے اس کی بیوی کو کوئی زخم آجائے یا اس کی کوئی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے۔ ان حدود و قیود کے ساتھ خاوند کو ایسی اضطراری حالت میں بیوی کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

یعنی اگر وہ باز آجاتی ہیں تو محض ان پر اپنا رعب داب قائم کرنے کے لیے پچھلی باتیں یاد کر کے ان سے انتقام نہ لو اور اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ اور اگر ایسا کرو گے تو اللہ جو بلند مرتبہ اور تم پر پوری قدرت رکھتا ہے تم سے تمہارے اس جرم کا بدلہ ضرور لے گا۔

دور صحابہ میں عورتوں کو تھپڑ مارنے کے واقعات:

فرمان رسول اللہ ﷺ کی رو سے مار پیٹ کے معاملے میں مرد پر کوئی قصاص نہیں (کوئی تعزیری سزا نہیں) ابن ابی حاتم نے اشعث بن عبد المالک کے طریق سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اپنے خاوند کے خلاف زیادتی کا

بدلہ لینا چاہتی تھی کیونکہ اس نے اس کو تھپڑ مارا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا حکم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت " الرجال قومون علی النساء"(اس کے بعد) بغیر قصاص کے اس کو لوٹا دیا گیا۔ عبد بن حمید وابن جریر نے قتادہ کے طریق سے حسنؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا تو وہ نبی ﷺ کے پاس آئی اور آپ نے اس سے قصاص (یعنی بدلہ) لینے کا ارادہ فرمایا تو (یہ آیت) نازل ہوئی "الرجال قومون علی النساء" آپ نے اس مرد کو بلایا اور اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا میں نے ایک کام کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ (دوسرے کام) کا ارادہ فرمایا۔ ابن مردویہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا کہ ایک انصاری ایک عورت کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کا خاوند فلاں بن فلاں انصاری ہے اس نے اسے مارا ہے اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو اس کا حق نہ تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "الرجال قومون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض" یعنی عورتوں کو ادب سکھانے میں ان کو اختیار ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک کام کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور کام کا ارادہ فرمایا۔ البزار والحاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور ابن عمروؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہ کرے۔ جبکہ وہ اپنے خاوند سے مستغنی بھی نہیں۔ البیہقی نے شعب الایمان میں جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو ایسے میں کہ ان کی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی نیکی اوپر چڑھتی ہے۔

البیہقی نے زید بن ثابتؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا بلا شبہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عورت اپنے شوہر کی شکایت کرنے والی ہو۔[10] البیہقی نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی بیوی سے فرمایا اے میری بیٹی! کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ خاوند کے منہ پر اس کی مذمت، بے عزتی کرتی پھرے۔ ابن ابی شیبہ اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی نے ام سلمہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔

گھریلو تشدد کے واقعات:

گھریلو تشدد کے واقعات کا ذکر امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک سے متعلق کریں تو وہاں پر 85 فیصد عورتیں اور 15 فیصد مرد گھریلو تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ دوسری جانب ذکر وطن عزیز کا کریں تو پاکستان میں قائم عالمی انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے اپنی 2017 کی سالانہ رپوٹ میں گھریلو تشدد سے منسلک کیس اور واقعات کی فہرست تفصیل سے بیان کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

قتل:1266۔مارپیٹ:694۔ متفرق کیسز:533 جس کی کل تعداد 2493 بنتی ہے۔

ان میں غیرت کے نام پر ہونے والے قتل، خود کشی، سوارا، جنسی ہراسانی، اجتماعی زیادتی، عصمت دری، اغواء اور جل کر ہلاک ہونے والے دیگر کیسز کا مجموعی ریکارڈ شامل کیا جائے تو یہ تعداد 4146 ہے۔ پاکستان کی مجلس قانون ساز نے عورتوں پر ہونے والی زیادتیوں کے خلاف قانون سازی تو بہت کی مگر ان قوانین پر عمل درآمد نہ ہونے کے سبب گھریلو تشدد کے واقعات میں کوئی خاص کمی نہ ہوئی۔ اخباری خبروں

کے مطابق، 2018 کے دوران عورتوں سے زیادتی کے واقعات میں اضافہ ہوا۔[11] اگر صوبہ سندھ کی مثال لی جائے تو سندھ محکمہ برائے بہبود خواتین کے مطابق جولائی2017 سے اپریل 2018 تک صوبہ بھر میں غیرت کے نام پر قتل اور گھریلو تشدد کے 1643 کیس رجسٹر ہوئے۔ یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ پاکستان کی مجلس قانون ساز نے عورتوں کے تحفظ کے لیے بل پاس کیے مگر ان قوانین کا اطلاق پورے ملک میں نہیں ہو سکا۔ مجموعی طور پر ان کا نفاذ شہروں تک محدود رہا۔ عورتیں زیادہ تر تھانہ اور کچہری میں کیس کی پیروی کے لیے نہیں جاتیں جس کی ایک وجہ ہمارے معاشرے کا دباؤ اور دوسری وجہ سست اور بوسیدہ عدالتی نظام ہے۔ عورتوں کے ساتھ زیادتی قانونی اور اخلاقی لحاظ سے جائز نہیں۔ جہاں تک تعلق دین اسلام کا ہے، تو اس نے تمام ادیان سے بڑھ کر عورت کو مقام دیا۔ افسوس کی بات ہے کہ کچھ لوگ دین اسلام کو اپنے مفاد کے لیے غلط انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ایسی آیات اور احادیث کا حوالہ دیا جاتا ہے جن میں مرد کی حاکمیت اور برتری کا ذکر کیا گیا ہو۔ پھر ایسا طبقہ ان کا حوالہ دے کر اپنی بد خلقی اور زیادتی کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب تک گھریلو تشدد سے متعلق قوانین کا اطلاق سختی سے نہیں کیا جائے گا، صورت حال کچھ زیادہ بہتر نہیں ہو پائے گی۔ اس ضمن میں علمائے دین کو بھی ایسے مظالم کے خلاف اسلام کا مؤقف واضح کرنے میں اور عوام کی آگاہی کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔[12]

ایک زمانے تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ گھریلو تشدد پدرسریا (patriarchal) نظام کا لازمی خاصہ ہے۔ یہ ختم ہو گا اور خاندان کے ادارے میں مرد و عورت کی حیثیت برابر ہو جائے گی تو اس کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔ تاہم باوجود اس کے کہ ہم زرعی دور سے گزر کر صنعتی بلکہ انفارمیشن ایج میں داخل ہو چکے ہیں اور اب خاندان مرد و زن کی برابری کے اصول پر بنائے جارہے ہیں، یہ مسئلہ پوری قوت سے باقی ہے۔ ہمارے جیسے ملک میں گرچہ گھریلو تشدد کے واقعات کو رپورٹ کرنے کا رجحان بہت کم ہے، لیکن اپنے عوامی اور مذہبی پس منظر کی بنا پر مجھے یہ اندازہ ہے کہ خواتین پر گھریلو تشدد کا رجحان اس سے کہیں زیادہ موجود ہے جتنا بعض این جی اوز بیان کرتی ہیں۔ یہ دیہی علاقوں کا نہیں بلکہ شہری علاقوں کا معاملہ بھی ہے جہاں پدرسری (patriarchal) نظام عملی طور پر دم توڑ چکا ہے۔ مغربی ممالک میں جہاں خاندان مرد و زن کی برابری کے اصول پر بنتے ہیں یہاں بھی خواتین کو گھریلو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

وجوہات:

گھریلو تشدد ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔ اس کا تعلق پدرسری (patriarchal) معاشرے سے اتنا نہیں ہے جتنا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی اصل وجوہات انسانی نفسیات میں پائی جانے والی کچھ کمزوریاں ہیں۔ اسلام نے انھی کمزوریوں کی اصلاح کر کے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے ضروری ہے کہ ان وجوہات کا جائزہ لیا جائے جو اس مسئلے کے پیچھے کار فرما ہیں۔[13]

1: انسانی نفسیات کی شاید یہ سب سے بڑی کمزوری ہے کہ طاقت انسان کو ظلم و زیادتی کی طرف لے کر جاتی ہے۔ اس حوالے سے تین چیزیں ایسی ہیں جو کہیں جمع ہو جائیں تو اکثر طاقت ظلم میں بدل جاتی ہے۔ پہلی چیز یہ کہ طاقت ظلم میں اسی وقت بدلتی ہے جب سامنے کوئی کمزور شخص ہو۔ زیادہ طاقتور کے مقابلے میں طاقت استعمال نہیں ہو سکتی۔ دوسری چیز یہ ہے کہ طاقت ظلم و تشدد میں اسی وقت بدلتی ہے جب طاقتور کو کسی بالاتر اتھارٹی کا خوف نہ ہو جو اسے اس ظلم و تشدد پر پکڑ سکے۔ سامنے والا کمزور ہو، لیکن ہمیں معلوم ہو کہ ظلم کی شکل میں تیسری اتھارٹی پوری

قوت کے ساتھ حرکت میں آئے گی، یہ چیز بھی ہمیں طاقت کے غلط استعمال سے روکتی ہے۔ تیسری حقیقت یہ ہے کہ طاقت عام طور پر اسی وقت استعمال ہوتی ہے جب انسانوں میں اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ اختلاف جھگڑے تک پہنچتے ہیں اور پھر یہی وہ وقت ہوتا ہے جب طاقتور اشتعال میں آکر کمزور انسان پر تشدد کرتا ہے۔ بدقسمتی سے طاقت کے حوالے سے یہ تینوں چیزیں ایک گھر میں ایک ساتھ جمع ہوتی ہیں۔ خاندان کا ادارہ مرد اور عورت کے تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ اس تعلق میں ایک طرف مرد ہے جو جسمانی طور پر طاقتور ہے اور دوسری طرف عورت ہے جو جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ گھر میں اکثر حالات میں مرد و عورت تنہا رہتے ہیں یا پھر اس گھر میں کچھ بچے ہوتے ہیں۔ یا ہمارے مشرقی سماج کی بات کی جائے تو کچھ بزرگ ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی ہے کہ مرد تشدد پر آمادہ ہو جائے تو عورت کو بچا سکے۔ چنانچہ مرد ان سب سے بے خوف ہو کر اپنی طاقت کا استعمال کرلیتا ہے۔ تیسری حقیقت یہ ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہے جس میں دو مختلف مزاج، ذہن اور پس منظر کے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں۔ چنانچہ اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے۔ یہ اختلافات بڑھ جائیں تو فریقین میں اشتعال پیدا کرتے ہیں۔ بیوی غصے میں آئے گی تو شاید اس کے غصے کا اظہار کسی اور طرح ہو، مگر شوہر غصے میں آتا ہے تو اس کا نتیجہ بارہا بیوی پر تشدد کی شکل میں نکلتا ہے۔[14]

خاندان کے رشتے میں انھی تینوں چیزوں کی موجودگی وہ سبب ہے جس کی بنا پر سماج کی تمام تر کوششوں کے باوجود گھریلو تشدد ایک مسئلہ بنا ہوا ہے اور ہر دور میں بنا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خاندان بنے گا تو گھر میں ایک طاقتور مرد اور کمزور عورت موجود رہیں گے۔ جب تک انسان ہیں، اس مسئلے کو حل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ البتہ گھریلو تشدد کی اگلی وجہ پر قابو پانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی طاقتور فریق کو یہ احساس دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر تم نے تشدد کیا اور بیوی نے ریاست اور قانون سے مدد مانگ لی تو تمھیں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ حل مغربی ممالک میں اپنایا گیا ہے اور ہمارے معاشرے میں بھی خاندانی اور سماجی دباؤ کے ذریعے سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مگر اس حل میں دو مسائل ہیں۔ ایک یہ کہ گھریلو تشدد باہر کیے جانے والے کسی تشدد سے مختلف ہوتا ہے۔ گھر سے باہر کوئی شخص کسی پر تشدد کرے تو انسان فوراً قانون کی مدد لے کر بدلہ لینا چاہے گا۔ مگر گھر میں خواتین کے سامنے دو مسائل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ تشدد کرنے والا اس کا لائف پارٹنر ہے۔ عورت فطری طور پر اپنا گھر ٹوٹنے سے بچانا چاہتی ہے۔ معاملہ قانون تک گیا تو گھر ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ یہ صورتحال اسے معاملے کو رپورٹ کرنے سے روکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ تشدد کرنے والا شوہر اس خاص موقع کے علاوہ ممکنہ طور پر محبت کرنے والا شخص ہوتا ہے۔ اس سے جذباتی وابستگی اور مادی منفعت بھی وابستہ ہوتی ہے۔[15] بارہا یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شوہر وقتی اشتعال میں مارنے کے بعد معافی مانگ لیتا ہے۔ چنانچہ جب تک انتہا نہ ہو جائے خواتین عام طور پر گھریلو تشدد کے خلاف آواز نہیں اٹھاتیں۔ اس لیے ریاست کی مکمل مدد کے باوجود یہ مسئلہ حل نہیں ہو پاتا۔ اور اگر قانون مداخلت کرے تو خاندان ٹوٹنے کا امکان بڑھ جاتا ہے جو خود ایک مسئلہ ہے۔ تیسری چیز بھی ایسی ہے جس کا کوئی حل نکالنا آسان نہیں ہے۔ یعنی اختلاف اشتعال میں اور اشتعال تشدد میں بدل جاتا ہے۔ جب پدرسری خاندانی نظام کو تشدد کے اس مسئلے کا ذمہ دار سمجھا گیا تو خاندان برابری کے اصول پر بنا دیا گیا۔ لیکن خاندان اگر اس اصول پر بنا ہے کہ مرد اور عورت بالکل برابر کے پارٹنر ہیں تو اختلاف کی صورت میں اکثر فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ کس کی بات مانی جائے۔ یوں غصے اور اشتعال کی ایک فضا گھر میں قائم رہے گی۔ اس کا ایک نتیجہ

تو یہ نکلتا ہے کہ گھر ہی ٹوٹ جاتا ہے اور بچے ماں باپ کی مشترکہ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ اختلاف اور اشتعال کی اس فضا میں کسی بھی وقت تشدد کا ظہور ہو سکتا ہے۔ اس طالب علم کے نزدیک اسلام اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ان تینوں وجوہات کو ایڈریس کرتا ہے۔ جس سے یہ مسئلہ بڑی حد تک ختم ہو جاتا ہے۔

:2 تشدد اور ظلم کا یہ مسئلہ تنہا گھریلو تشدد تک محدود نہیں۔ یہ انسانی نفسیات کی کمزوری ہے کہ انسان کمزور کے مقابلے میں اخلاقی حدود کی کہیں بھی پاسداری نہیں کرتا اور ہر جگہ ظلم و تشدد پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ خواتین کو اپنی اس کمزوری کی بنا پر گھر سے باہر بھی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرے میں طاقتور طبقات کمزور طبقات پر ظلم کرتے ہیں۔ طاقتور اقوام کمزور اقوام پر ظلم کر کے ان کو بعض اوقات برباد کر دیتی ہیں۔ ہم یہ سب کچھ روز اپنی آنکھوں سے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اسلام کا حل نہ صرف گھریلو تشدد بلکہ ظلم کی ہر قسم کو ختم کرنے میں مدد دیتا ہے۔[16]

:3 گھریلو تشدد میں آخری چیز میاں بیوی کا اختلاف ہے جو بڑھ کر اشتعال کا باعث بنتا ہے اور تشدد کو جنم دیتا ہے۔ تاہم جہاں تک اختلاف کا تعلق ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بالکل فطری چیز ہے۔ ہر انسان جو اس بندھن میں بندھا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ اختلاف نہ ہو۔ تاہم اس کے ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں شادی کا رشتہ اصل میں محبت کا رشتہ ہے۔ اپنے اختلافات کے باوجود انسان خاندان کی شکل میں مل کر رہتے ہیں۔ محبت سے رہتے ہیں۔ وہ اپنے اختلاف کو بات چیت اور کچھ لو اور دو کی بنیاد پر حل کر لیتے ہیں۔ کبھی ایک فریق کی بات مان لی جاتی ہے کبھی دوسرے کی۔ محبت کے اس رشتے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

:4 میاں بیوی کے رشتے میں ایک اور مسئلہ ان خواتین کی طرف سے پیدا ہوتا ہے جو خدا کے بنائے ہوئے اس نظم کو چیلنج کر دیتی ہیں کہ میاں بیوی کے فیصلہ کن اختلاف کی شکل میں انھیں شوہر کی بات ماننی ہے۔ وہ شوہر سے ہر طرح کے فائدے لے رہی ہوتی ہیں جو خدا نے انھیں دلوائے ہیں یعنی گھر، لباس، خوراک اور ہر طرح کے ذاتی خرچے مگر جواب میں وہ نہیں کرتیں جو ان سے کہا گیا ہے۔ وہ شوہر سے طلاق لے کر الگ بھی نہیں ہوتیں اور نہ شوہر کو شوہر سمجھنے کے لیے تیار ہوتی ہیں۔ یعنی مسئلہ اختلاف کا نہیں ہے بلکہ بغاوت کا ہے۔ زمانہ قدیم کے پدرسری سماج میں مرد ایسی عورتوں پر فوراً ہاتھ اٹھا دیتے تھے یوں گھریلو تشدد جنم لیتا تھا۔

عورت کی سزا کا شرعی طریقہ کار:

قرآن مجید میں میں بگڑی عورتوں کو سدھارنے کی غرض سے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔

وَالَّلاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ[17]۔ جن بیویوں سے تمہیں سرکشی (بدکلامی، جھگڑے اور اکڑ) کا ڈر رہتا ہے۔

پہلا طریقہ: فَعِظُوهُنَّ۔ پہلے تو اسکو سمجھاؤ (کہ اپنے طرز کلام اور رویے کو درست کرے گھر کے ماحول کو خراب نہ کرے۔

دوسرا طریقہ: وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (اگر نصیحت اثر نہ کرے (تو اسکو اپنے بستر سے علیحدہ کر دو (کہ شاید سدھر جائے)۔

تیسرا طریقہ: وَاضْرِبُوهُنَّ جب دونوں حربے ناکام ہو کائیں تو پھر (تشدد نہیں جسمانی قابل برداشت) جسمانی سزا دو۔

نسواں کے حقوق کا تحفظ کرنے کا اختیار اللہ اور اسکے رسول کے پاس ہے کسی سیاستدان، حکمران، مقننہ و انتظامیہ کے اداروں کے پاس نہیں۔ یہ حقوق قرآن و سنت کے مطابق متعین کر دیئے گئے ہیں۔ صرف خلوص دل سے اس پر عمل کرنا باقی ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تفسیر ''معارف القرآن'' جلد دوم میں بہترین انداز میں کی گئی ہے اس آیت میں بتایا گیا کہ مرد، عورت پر برتر درجہ رکھتے ہیں، وہ ان کی مالی ضرورتیں پوری کرتے ہیں[18]۔

پھر اس میں صالح بیوی کی صفات بیان کرنے کے بعد نافرمان عورتوں کا ذکر کیا گیا اور ساتھ ہی ان کے سدھارنے کا طریقہ بڑے احسن انداز میں بیان کیا۔ اس طریقے کو تین مراحل میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا مرحلہ سمجھانے کا ہے اور علماء کے نزدیک وہ سمجھانا نرمی سے ہے نہ کہ تذلیل کرنے کے انداز میں۔ تاہم اگر سمجھانے بجھانے سے باز نہ آئیں تو دوسرے مرحلے میں ان کا بستر اپنے سے علیحدہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ یہاں بھی علماء نے صرف بستر علیحدہ کرنے کی اجازت دی ہے نہ کہ مکان، جس سے عورت کو رنج زیادہ ہوگا اور فساد بڑھنے کا بھی اندیشہ ہے۔ ان دو شریفانہ انداز کی سزا و تنبیہ سے بھی بیوی متاثر نہ ہو، تو پھر تیسرے مرحلے میں مارنے کی اجازت ہے۔ البتہ علماء کہ نزدیک مارنے کی اجازت معمولی مار ہے، جس سے اس کے بدن پر اثر نہ پڑے، ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے تک نوبت نہ آئے اور چہرہ پر مارنے کو مطلقاً منع فرمادیا گیا ہے۔ جسم کے نازک اعضاء کو نقصان نہ ہو۔ ابتدائی دو سزاؤں کی انبیاء اور صلحاء سے بھی اجازت منقول ہے اور اس پر عمل بھی ثابت ہے مگر تیسری سزا (یعنی مارنے کی اجازت) انتہائی مجبوری کے عالم میں، ایک خاص انداز میں تجویز کی گئی ہے۔

حل کے لئے تجاویز:

اسلام کے نزدیک خرابی دراصل انسان کی ہے۔ چنانچہ قرآن نے نہ صرف گھریلو تشدد بلکہ ظلم وزیادتی کی ہر قسم کو ختم کرنے کے لیے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ قانون سازی سے زیادہ انسانوں کی تربیت پر مبنی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کائنات بنانے والے کی اپنی اسکیم ہے جس میں مرد جسمانی طور پر عورتوں سے طاقتور ہیں بلکہ ہر جگہ ہی کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ اس کی اپنی مصلحتیں ہیں مگر وہ اس وقت میری گفتگو کا موضوع نہیں۔ بہر حال قرآن میں اللہ تعالیٰ جب گفتگو کرتے ہیں تو وہ طاقت کے اس توازن کو بدلنے کی بات نہیں کرتے بلکہ انسانوں کا تصور زندگی بدلنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں واضح کرتے ہیں کہ اس دنیا میں انسان امتحان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہاں یہ دیکھا جارہا ہے کہ کون ہے جو اپنے اختیار اور طاقت کو خدا کے حکم کے سامنے جھکا کر طاقت کے بجائے اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر زندگی گزارتا ہے۔ جو لوگ یہ کریں گے وہ آنے والی دنیا میں ہمیشہ کی کامیابی پائیں گے۔ جو لوگ طاقت پا کر سرکشی اور ظلم کا ارتکاب کریں گے وہ جہنم کی ابدی سزا پائیں گے۔ اس لیے اس دنیا میں مقابلے کا اصل میدان یہ نہیں کہ جو فطرت خدا نے بنادی ہے اس سے جنگ کی جائے بلکہ کرنے کا کام یہ ہے کہ اخلاقی میدان میں جدوجہد کی جائے تاکہ آنے والی دنیا میں انسان کامیابی پائے۔ چنانچہ قرآن ان معیارات کے بیان سے بھرا ہوا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ [19]

ترجمہ: بیشک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو۔

یہ آیت گرچہ ہر جگہ انسان کو زندگی گزارنے کا بنیادی اصول دیتی ہے، مگر نکاح کے رشتے میں بندھنے والے مرد کے لیے اس آیت

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ بیوی سے عدل کرے یعنی جو اس کا حق ہے اسے دے۔ اس کے ساتھ احسان کرے۔ یعنی اسے اس کے حق سے زیادہ دے۔ تیسرا یہ کہ اس پر اپنا مال خرچ کرے۔ خیال رہے کہ نکاح کے رشتے میں دین اسلام کا قانون یہ ہے کہ عورت کی رہائش، لباس، خوراک اور ہر دیگر ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری مرد کی ہے۔ عورت چاہے تو کام کرے اور کمائے، مگر اس کے پیسوں پر مرد کا کوئی حق نہیں۔ لیکن مرد کے پیسے پر عورت کا مکمل حق ہے۔ اور یہ حق اخلاقی نہیں بلکہ قانونی حق ہے۔ اس کے بعد اس آیت میں تین چیزوں سے روکا گیا ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے بے وفائی نہ کرے۔ دوسری عورتوں سے ناجائز تعلق رکھ کے اسے ذہنی اذیت نہ دے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بہت سے مردوں کا مسئلہ ہوتا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ انسانی تعلقات میں جو چیزیں مسلمہ طور پر برا رویہ سمجھی جاتی ہیں ان میں سے کسی کا مظاہرہ نہ کرے۔ اور آخری چیز یہ کہ بیوی پر کسی قسم کے ظلم و زیادتی کا ارتکاب نہ کرے۔ یہ ساری چیزیں خواتین سے بھی اسی طرح مطلوب ہیں، مگر مرد چونکہ طاقتور ہے اور خلاف ورزی کا اندیشہ بھی اسی سے ہے اس لیے مرد بدرجہ اولیٰ ان آیات کے مخاطب ہیں۔[20]

آپ غور کیجیے اگر یہ چھ چیزیں کسی بھی تعلق میں موجود ہیں تو اس میں نہ بیوی کو ذہنی اذیت ملے گی۔ نہ جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جائے گا۔ نہ اس کے ساتھ کوئی اور برا رویہ اختیار کیا جائیگا۔ بلکہ مرد کا مال عورت پر خرچ ہوگا۔ وہ اس کے ساتھ عدل ہی نہیں کرے گا بلکہ احسان بھی کرے گا۔ اس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کیا ہے۔

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل خانہ یعنی بیوی کے ساتھ اچھا ہے اور میں سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا ہو۔ پھر مردوں کو مزید اس رشتے کے حوالے سے خاص طور پر یہ بات سمجھائی گئی ہے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا[21]

ترجمہ: اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو، پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔

یہ آیت مردوں کی اس نفسیات کو ایڈریس کرتی ہے جس میں لڑکی شادی سے پہلے بڑی اچھی لگتی ہے، مگر شادی کے بعد اس کے عیب نظر آنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ بیوی کی کوئی بات تمھیں ناپسند ہو لیکن در حقیقت اللہ نے اس میں بہت خیر رکھی ہے۔ جسے تم اپنے ذاتی رجحان کی بنا پر نہ دیکھ سکتے ہو۔ بیوی کی خامیوں کے متعلق بھی یہ مثبت سوچ اس رشتے میں دراڑ پیدا ہونے سے روکتی ہے۔[22]

چنانچہ اگر کوئی انسان اس تصور کے ساتھ زندہ ہے کہ وہ خدا کی ہر لمحہ نگرانی میں ہے۔ وہ اس سے بچ کر کہیں نہیں بھاگ سکتا۔ اور ایک روز اس کا ہر قول و فعل اس کے سامنے پیش کر کے خدا اس کا حساب لے گا اور اس کے ظلم پر سخت سزا دے گا تو پھر انسان اپنی ساری طاقت کے باوجود ظلم کا ارتکاب کرتے ہوئے ہزار دفعہ سوچے گا۔

تاہم کبھی یہ اختلاف اتنا گہرا ہوتا ہے کہ کوئی فریق پیچھے ہٹنے پر تیار نہیں ہوتا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے جھگڑا ختم کرنے کے لیے ایک

فیصلہ دے دیا ہے۔ وہ یہ کہ مسئلہ حل نہ ہو تو خواتین کو شوہر کی بات مان لینی چاہیے۔ یوں قرآن نہ صرف جھگڑے اور تشدد کو پیدا ہونے سے پہلے روک دیتا ہے بلکہ عورت کی نفسیات کو یہ تسکین دیتا ہے کہ اس نے اگر بات مانی ہے تو یہ شوہر کی نہیں بلکہ خدا کی بات مانی ہے۔ اس کا اجر وہ خدا کے ہاں پائیں گی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مردوں کو ظلم وزیادتی کی اجازت دے دی گئی ہے۔ شوہر کا کوئی فیصلہ ظلم وزیادتی پر مبنی ہے تو وہ اس کی سزا پائے گا۔ اس طرح قرآن نے اس تیسرے مسئلے کو حل کیا ہے جو گھریلو تشدد کو جنم دیتا ہے۔ یعنی اختلاف ہو گیا ہے اور یہ فیصلہ ہی نہیں ہو رہا کس کی بات مانی جائے۔[23] ایسے میں قرآن نے عورتوں کو کہہ دیا ہے کہ اختلاف کی شکل میں آپ کو مرد کا فیصلہ قبول کرنا ہو گا۔ جس کے بعد جھگڑا ختم ہو جائے گا اور مرد کے پاس کوئی وجہ نہیں رہے گی جو اسے اشتعال میں لائے اور تشدد پر ابھارے۔ تاہم بعض اوقات اختلاف کی یہ خلیج بڑی گہری ہوتی ہے۔ چنانچہ پھر اسلامی شریعت یہ راستہ تجویز کرتی ہے کہ دونوں میں سے جو فریق چاہے اس رشتے کو ختم کر دے۔ دونوں کے لیے علیحدگی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ یہ خاندان کے حوالے سے اسلام کی شریعت ہے جو ہر طرح کے اختلافات میں ایک فیصلہ کن راستہ دکھاتی ہے اور گھریلو تشدد کے مسئلے کو حل کرتی ہے۔

البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض انسان اصولوں کے مطابق نہیں جیتے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو علیحدہ بھی نہیں ہوتے اور آپس میں جھگڑتے بھی رہتے ہیں۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ بتایا ہے۔ یہ کوئی شریعت کا قانون نہیں جس کی پابندی لازمی ہے بلکہ ایک سماجی ہدایت ہے۔ یہ سماجی ہدایت ایک ایسے معاشرے میں بہت مفید ہے جہاں خاندان کا اثر بہت مضبوط ہوتا ہے۔ وہ ہدایت یہ ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کے خاندان سے ایک ایک ثالث آئے اور فریقین سے بات کر کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے امید یہ ہے کہ دونوں خاندانوں کے لوگوں کے بیچ میں پڑنے اور سمجھانے بجھانے سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ چونکہ شریعت کا کوئی ضابطہ نہیں ہے اس لیے اس مرحلے سے گزرے بغیر بھی لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے نئے تمدن میں جب نیوکلس فیملی یعنی میاں بیوی اور بچوں پر مشتمل خاندان کا دور ہے تو دونوں خاندانوں کے بجائے عدالت یا حکومت کے مقرر کردہ لوگ یا کونسلر وغیرہ ثالثی کا یہ کام کریں۔ دین کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔[24]

قرآن مجید نے اس صورتحال میں مداخلت کر کے ایک اور سماجی ہدایت کی۔ وہ یہ کہ مردوں سے کہا گیا جب بغاوت کی یہ صورتحال ہو تو پھر تم پہلے مرحلے پر خاتون کو خود سمجھاؤ۔ جب یہ سمجھانے کے عمل کا کوئی فائدہ نہیں دے تو تم دوسرے مرحلے میں اپنا بستر الگ کر لو اور الگ سونا شروع کر دو۔ یہ علامتی طور پر تمھارے غصے اور ناراضی کا اظہار ہو گا۔ یہ وہ وقت ہو گا کہ خاتون کو بھی فیصلہ کر لینا چاہیے کہ اسے اپنا رویہ درست کر کے ساتھ رہنا ہے یا شوہر کا گھر چھوڑ کر الگ ہو جانا ہے۔ لیکن اس دوسرے مرحلے کے بعد بھی وہ فائدہ کوئی نہیں چھوڑنا چاہتی، خلع بھی نہیں لے رہی تو پھر تیسرے مرحلے میں قرآن نے مردوں کو پدرسری معاشرے میں ملے ہوئے اس حق کو بہت محدود سطح پر استعمال کرنے کی اجازت دی جس میں عورت کو کچھ ہلکی پھلکی ضرب لگا کر ان کو تنبیہ کر سکتے تھے۔[25]

یہ وہ سماجی ہدایت ہے جس کے بارے میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے گھریلو تشدد کی اجازت دی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ قدیم پدرسری معاشرے میں گھر کے سربراہ کا یہ مسلمہ حق تھا کہ وہ کسی کی اصلاح کے لیے اسے مار سکتا ہے۔ قرآن نے اس میں مداخلت کر کے

دو بنیادی اصول طے کر دیے۔ ایک یہ کہ پدر سری معاشرے میں شوہر کا جو حق مطلقاً تھا اس کو صرف ایک صورت کے ساتھ محدود کر دیا یعنی جب خاتون مکمل بغاوت کر دے اور گھر اور مرد کو چھوڑنے پر بھی آمادہ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ فوری اشتعال کے ہر امکان کو ختم کر کے اس سے پہلے دو مرحلے طے کر دیے۔ جس کے بعد مرد و زن دونوں کے پاس موقع ہے کہ اس رشتے کو ختم کر کے الگ ہو جائیں۔ یوں قرآن نے بڑی حکمت سے پدر سری معاشرے سے تشدد کا وہ رجحان ختم کرنے کی کوشش کی جو عام تھا۔ تاہم ہم یہ دہرا دیں کہ یہ شریعت کا کوئی حکم نہیں کہ جسے مرد کو ہر حال میں پورا کرنا ہے۔ شریعت کا قانون یہ ہے کہ آپ خاتون کے ساتھ گزارا نہیں کرنا چاہتے تو الگ ہو جائیں۔ یہی قانون عورت کے لیے ہے کہ اسے ساتھ نہیں رہنا تو الگ ہو جائے۔ تاہم اب جبکہ عورت پر ہاتھ اٹھانے کی روایت کو سماجی طور پر برا سمجھا جاتا ہے تو سماج اور ریاست اس طرح کے مسائل حل کرنے کے لیے کوئی دوسرا راستہ تجویز کر سکتی ہے، کیونکہ یہ کوئی شرعی ضابطہ نہیں بلکہ پدر سری سماج میں دی گئی ایک سماجی ہدایت تھی۔ یہ بھی خیال رہے کہ جس وقت پدر سری معاشرے میں اس کو ان مراحل کے بعد روا رکھا گیا تھا تب بھی اس کی نوعیت تشدد کی ہرگز نہیں تھی۔ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے چہرے پر مارنے سے منع کیا تھا۔ اس زور سے مارنے سے منع کیا تھا جس سے جسم پر کوئی نشان رہ جائے۔ اس ہدایت کی وجہ یہ تھی اسلامی معاشرے میں نہ صرف گھریلو بلکہ ہر قسم کے تشدد کو ختم کرنے کے لیے شریعت نے ایک قانون بنا دیا تھا جسے قصاص کا قانون کہتے ہیں۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[26]

ترجمہ:　　اور ہم نے ان پر اس کتاب میں لکھا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے، پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا، اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

یہ قانون واضح ہے کہ ہر قسم کے جسمانی نقصان اور زخم کا بدلہ لیا جانا فرض ہے۔ اس میں میاں بیوی کو کوئی استثنا نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شوہر اگر بیوی کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنائے گا تو قصاص کے اس قانون کے مطابق ریاست جواب میں اس شوہر کے ساتھ وہی سلوک کرنے کی پابند ہے۔

یہ اسلام کی وہ جامع اور ہمہ گیر رہنمائی ہے جو نہ صرف عورتوں بلکہ ہر طرح کے کمزوروں پر ظلم کا راستہ روکتی ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی۔ قانون سازی کے ذریعے سے بھی اور کردار سازی کے ذریعے سے بھی۔ اگر اس کے باوجود دنیا میں تشدد پایا جاتا ہے تو اس لیے نہیں کہ اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ اس لیے ہے کہ لوگ اس حل کو اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب، فلسفے، نظریے، افکار اور قانون و قاعدے میں دین اسلام سے بڑھ کر عورتوں کے حقوق سے متعلق متوازن نقطہ نظر کسی کا نہیں۔ ہندو مت، بدھ مت، رومی و یونانی تہذیب و تمدن، دیگر ادیان عالم اور دور جاہلیت میں عورتوں کے ساتھ جو انسانیت سوز، شرمناک سلوک ہوتا رہا ہو رہا ہے اسکا مطالعہ کرنا شاید یا ان لبرل مغرب زدہ طبقہ کو برا لگتا ہے یا پھر یہ بھول گئے ہیں۔ آج پھر حقوق نسواں سے متعلق افراط و تفریط سے کام لیا جا رہا ہے۔[27]

حوالہ جات

[1] فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات (فیروز سنز، لاہور) ص204

[2] سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ (زین پبلشرز لاہور، 2015، ج1، ص567

[3] محمد ثقلین بھٹی، اظہر اللغات (اظہر پبلشرز، لاہور) ص304

[4] وحید الدین خان، مولانا، عورت معمار انسانیت (گنج بخش پرنٹر، 2009ء) ص82

[5] نساء (4):34

[6] عابدہ علی، ڈاکٹر، عورت قرآن وسنت کے آئینہ میں (قرآن منزل لاہور) ص23

[7] ترمذی، الجامع الترمذی (شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، 1975) حدیث نمبر 1163

[8] ابو داؤد، السنن (المكتبة العصرية، صيدا – بيروت) حدیث نمبر: 2142

[9] البخاری، الجامع الصحیح، (دار طوق النجاۃ) حدیث نمبر: 5204

[10] خورشید حسن قاسمی، مولانا، تنبہ الغافلین (مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور 1995ء) ص45

[11] رسالہ ہفت روزہ تکبیر، (کراچی 4 ستمبر 1997ء) ص16

[12] اشرف علی تھانوی، مولانا، اصلاح خواتین (ادارہ تالیفات اشرفیہ) 1422

[13] حسن ازہر، حافظ، اسلامی اجتماعت میں خاندان کا کردار (اشاعت اسلامی پبلشرز) ص235

[14] حسن خطیب، مولانا، فقہ اسلام (نفیس اکیڈمی آفسٹ اگست) ص258

[15] سید آل احمد رضوی، ہمارے پیارے نبی (اظہار سنز پرنٹر لاہور 1985ء) ص145

[16] سید جلال الدین عمری، اسلام کا عائلی نظام (اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی 2007ء) ص324

[17] النساء (4):34

[18] محمد شفیع عثمانی، مفتی، معارف القرآن (ادارہ معارف کراچی ۱۹۸۱ء) 2/113

[19] النحل (16):90

[20] شیخ محمد بن صالح، اسلام میں بنیادی حقوق (مکتبہ دار اسلام الرحمانیہ 2007ء) ص236

[21] النساء (4):19

[22] شاہ ولی اللہ محدث، دہلوی حجتہ البالغہ (مترجم: حضرت مولانا عبد الحق حقانی) (ادارہ اشاعت مقابل، مولوی مسافر خانہ کراچی) ص457

[23] شمش الدین نور، مفتی، عشرہ انساء، زم زم (پبلشزار دو بازار کراچی 2001ء) ص123

[24] وحید الدین خان، مولانا، عورت معمار انسانیت، (گنج بخش پرنٹر 2009ء) ص127

[25] عادل سہیل ظفر، میاں بیوی کے حقوق وفرائض (کتب وسنت لائبریری) ص101

[26] المائدہ (5):45

[27] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام (قانونی کتب خانہ لاہور) ص110